

اہل مکہ کی زبان پر اس کا پھر چاہوتے ہوں۔

یہ فرمودہ ہیں رہے کہ حضرت علیؑ کی خالدہ کا نام فاطمہ بنت اسد ہے۔ بقول ملا باقر علیؑ وہ حضور کی نبوت سے قبلی اللہ پر ایمان لے آئی تھیں۔ حالانکہ قرآن یہ ثابت کر رہا ہے کہ تمام اہل مکہ اللہ بی کو مانتے تھے۔ لیکن جہاں تک بروت پر ایمان کا تعلق ہے تو اس کا شرف ان فاطمہ کو فتح ملک کے بعد نصیب ہوا۔ اسی لئے ملا باقر نے اس بات کو حذف کر دیا۔ فاطمہ بنت اسد نے اللہ کو کسی بھی دغیرہ کا داستہ نہیں دیا۔ بلکہ پیش کے پنج کا داستہ دیا۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو ہمارے صوفیار متابوں اور شجر دل میں یہ کیسے لکھتے؟

مولانا علی مشکل کشا کے واسطے

انہوں نے سب سے پہلی حاجت برآری اپنی والدہ کی فرمائی۔ اور ان کے پیش کی مشکل حل کی اگر مولا علیؑ یہ مشکل حل نہ کرتے تو وہ وجود ظاہری میں کیسے تشریف لاتے۔ اور فاطمہ مدت سے زیادہ ہوتے کے باعث صیحت میں گھری رہیں۔ اس واقعہ کا پھر چاہتا نام تم اہل مکہ کی زبان پر ایک مدت تک جاری رہا۔ لیکن جس طرح تمام صحابہ نے حضرت علیؑ کے لئے وصیت اور خلافت کو چھپایا تھا۔ اسی طرح تمام اہل عرب نے اس واقعہ کو چھپایا اور کسی عرب نے آج تک بھی اشارہ اس کا تذکرہ نہیں کیا۔ یہ تو ان سبائیوں اور عجمیوں کا کرم ہے جو ہم اس واقعہ سے واقف بھی ہو گئے۔ درستہ کف افسوس ہی ملتے رہتے۔

۲۔ چونتھے دن دوبارہ کعبہ کی دیوار شق ہوئی۔ فاطمہ بنت اسد پر نکلیں۔ اور لوگوں کے ساتھ یک خطرہ دیا جس کا ماحصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام خلق پر فضیلت دی ہے۔ اور بتی خوبیں مجھے پہلے گزری ہیں ان پر بھی مجھے فضیلت دی ہے۔ حتیٰ کہ آسیہ امراءت فرعون اور زیم بنت عمران پر بھی اور اس کی طیلی یہ ہے کہ میرے جو پیر پیدا ہوا وہ کعبہ میں پیدا ہوا۔ اور میں ان تین روز تک بہشت کے میوہ سے کھاتی رہی۔ ہائل غیرہ نے مجھے خاطب ہو کر کہ اس کا نام علی رکھنا۔ کیونکہ میں خداوند علی اعلیٰ ہوں۔ میں نے اسے اپنی قدرت دجالاں سے پیدا کیا ہے اپنی عدالت

مولود کعبہ کون؟

ہمارے ہندو پاک میں یہ کہانی زیان زد عام ہے کہ حضرت علیؑ کے بھیوں میڈا ہوتے۔ اس کی حقیقت کیا ہے؟ ہمارے بھیوں کی زبان پر صرف اتنی بی بات عام ہے۔ لیکن اس کہانی کا اصل پس منظر کیا ہے۔ اس کے پچھے ملا باقر علیؑ کی جلالہ العیون سے پیش کئے دیتے ہیں۔ پچھے اس لئے کہیہ داستان اتنی طویل ہے کہ سفت میں ہمارے پندرہ میں صفاتِ ضائع ہو جائیں گے اس لئے، ام اخصار سے کام لئے ہوئے اس کے ضروری مزدوری حصے نقل کر رہے ہیں۔ ملا باقر مجلسی کھٹکتے ہیں۔

کہ والدہ علیؑ کو دفعہ محل کے وقت خانہ کعبہ میں پنجاہ بیگنا۔ اسپری نے دیوار کعبہ پر اپنا شکر ملن اشوف کیا۔ تو دیوار شق ہو گئی اور اس میں سے ایک دعاوہ نمودار ہوا جس سے آواز آئی۔ کہ اے مادرِ افضل اوصیاً انہوں جاؤ، اور پھر جنو۔

الغرض یہ تین روز تک کعبہ میں پوشیدہ رہیں۔ اور تین روز بعد جتنے ہوئے پھر کوئے کو گھر پہنچیں۔ کعبہ کے اندر جاتے، بایہر نے اور گھر پہنچنے کے بعد کیا کیا مساجد حضرت علیؑ اور ان کی والدہ کے ذریعہ ظاہر رہوئے۔ اور کہن کہن امور کی حضرت فاطمہ اور حضرت علیؑ پر حجی کی کئی جیسیہ تفصیلی داستان دیکھنی مطلوب ہو وہ جلالہ العیون کا مطالعہ کرے۔ الشار اللہ شریمہ نور بصری طعن ائمہ کو خندک اور دل کو سر و حاصل ہو گا۔ اور سبائیت کے جو پردے ائمہ کو پڑھے ہوئے ہیں وہ سب اٹھتے چلے جائیں گے اور چودہ طبق روش ہو جائیں گے۔ ہم اس داستان سے جو کچھ ثابت کو رہے ہیں اس کے پچھے اور خالہ پیش کئے دیتے ہیں۔

۴۔ فاطمہ بنت اسد جب کعبہ کے ساتھ پہنچیں تو اہل اللہ پر ایمان لا تین اور انی مشکل کے حل ہونے کے لئے اپنے پیش کے پیچہ کا داستہ دیا۔ جس کے بعد دیوار کعبہ شق ہو گئی۔ اور فاطمہ اندر واپس ہو گئیں۔ لوگوں نے کہہ کا دروازہ کھولنا چاہا اور بہت زور لگایا۔ لیکن سب ناکام ہو گئے۔ حتیٰ کہ تمام

ج۔ یہ سب سے پہلا شخص ہو گا جو کعبہ میں اذان دے گا۔ توں کو توڑے کا۔ اور کعبہ سے بتوں کو نکال کر پہر حصکی گا۔

جب کعبہ میں سب سے پہلی اذان حضرت بلالؓ نے دی۔ پھر آپ نے حضرت ابو عزیزؓ صحابی کو حرم کعبہ کا موذن تعین فرمایا۔ کعبہ کے اندر سے بت حضور کے ہمراں سے حضرت عوفؓ نے باہم پہنچ کر بارہ حصکے گا۔ یہ میرے پیغیر کے بعد امام اور دھی ہو گا۔

د۔ یہ میرے پیغیر کے بعد امام اور دھی ہو گا۔

جب خدا تعالیٰ کا اُتبہ حاصل ہو گیا تو اب اس ادنیٰ کی چیز کی کیا ضرورت تھی۔ تب بھی چیزیں سال تک دیکھو صاحبہ امام بنتے رہے اور جب امامت میں توکوئی ان کی امامت تسلیم کرنے کے نئے تیار ہوا۔ اور جو کچھ بھی مخصوصی بہت تھی۔ وہ ان کے صاحبزادے حضرت حسینؑ نے جوانی سے پسرو کر دی۔ اور پونکہ ہر امام اس کا حق رکھتا ہے کہ وہ خواہ کسی کو بھی اپنا دھی تعین کر دے۔ خواہ زندگی میں یا مرتبے وقت۔ اس لحاظ سے میرے امام و دھی ہمیشہ معاویہ ہوئے۔ ماہوں تے اپنا یہ حق استعمال کرتے ہوتے۔ مزید کو اپنا دھی اور امام تعین کیا۔

۳۔ فاطمہ جب پچھے کوئے کو گھر پہنچیں۔ تو جناب امیر نے اپنے والد کو ان الفاظ میں سلم کیا۔
السلام عليك يا بنت و لے میرے باپ آپ پراللہ کا سلام
رحمة الله و برکاتہ اور رحمت و برکت نازل ہو۔

جب حضور شریف اللہ تے توجہ امیر کو اپنے دامن میں لے یا جناب امیر نے ان کو بھی ان الفاظ میں سلام کیا۔

السلام عليك يا رسول الله یا رسول اللہ آپ پراللہ سلام اور رحمت و رحمة الله و برکاتہ و برکت نائل فرمائے۔
پسال اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے جناب امیر نے سورہ مونون تلاوت فرمائی۔ جناب ہول نے فرمایا تیری وجہ سے تمام موئین کو براجات مل گئی۔ جناب امیر نے ہم فیہا عمل دون تک

کا کلی حصہ دے بغش دیا۔ اس کا نام اپنے نام پر رکھا۔ اسے اپنے آداب تعلیم دیئے۔ اپنے نام کام اور حکام اس کے پسرو کر دیئے۔ اس پر اپنے تمام غنی علم طاہر کر دیئے۔ خانہ حرم میں پیدا ہوا۔ یہ سب سے پہلا شخص ہو گا جو کعبہ میں اذان دے گا۔ توں کو توڑے کے گا اور خانہ کعبہ سے بتوں کو نکل کر بارہ حصکے گا۔ یہ میرے پیغیر کے بعد امام اور دھی ہو گا۔

اس عبارت میں ملادا قمر ملکی نے اپنے مذہب کی پوری حقیقت بیان کر دی ہے۔ الگہ ماس کی تفصیل پیش کریں۔ تو اس کے نئے ایک فتحم کتاب درکار ہو گی۔ لیکن چند لمحوں میں سنت حضرات ذکر میں رکھیں۔

دل فاطمہ بنت اسد کو اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق پر فضیلت دی ہے۔ حتیٰ کہ انبیاء و ملائک پر بھی۔ فاطمہ بنت اسد حضرت حرم اور اسیہ سے بھی افضل ہیں۔ لہذا سیدہ نساء العالمین اور سیدہ نساء اہل الجنة فاطمہ بنت اسد میں نہ کہ حضرت فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سینیوں نے بے دوقن سے حضور کی صاحبزادی مراد لیا ہے۔

(ب) حضرت علیؓ کو اللہ نے اپنی قدرت و جلال سے پیدا کیا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ فاطمہؓ کی سریش اور عبد مناف کافر کے نطفہ سے تہمود میں آتے۔ اپنے نام پر آپ کا نام علی رکھا۔ اپنے نام کام اور حکامات ان کے پسرو کرتے۔ اب ان کے وجد میں آنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے ذمہ کوئی کام باقی نہیں رہا۔ اب تو سب کام حضرت علیؓ انجام دیتے ہیں۔ اس طرح اسلام میں دو خدا ہوتے۔ ایک خدا کے محل اور دوسرا خدا کے محل۔ اگرچہ تمام زندگی اس مقصد خدا پر اس کے ماتحت بدی غلب آتے ہے۔ اللہ نے فاطمہؓ کو یہی مکم دیا تھا کہ اس کا نام علی رکھنا۔ لیکن چونکہ اب وہ خدا معطل ہو چکا تھا اب تو تمام تر خدمائیت فاطمہؓ اور ان کے بیٹے کے قبضہ میں آپسکی تھی۔ اس لئے فاطمہؓ نے اس نام کو بسند نہیں کیا۔ اور آپ کا نام حسید رکھا۔ اور اس کا اقرار خود حضرت علیؓ نے اپنے ایک شتر میں کیا ہے۔

انا الذی سمعتني ای هیدرہ بیری مان نے میرا نام حسید رکھا۔

اس پریا یہ کا آخری جملہ یہ ہے۔ کہ تو ان کو علم و حکمت کی روزی ہم پیچا اہے۔ حالانکہ قرآن
نہ یہ حضور کی شکل بیان کی ہے۔

وَلِعِلْهِمُ الْكِتَابَ وَالْجِلَامَةَ اور بنی ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا۔
وَنِيزِكُّهُمْ۔ اور ان کا تزکیہ کرتا ہے۔

اس طرح حضور کا یہ منصب چھپن کر حضرت علیؑ کو دیگر اور یہ سب کچھ اس وقت کے بت خانے
میں ولادت کے باعث ہو رہا ہے۔

اس کے بعد آپ فاطمہ بنت اسد سے فرماتے ہیں جاؤ اس کے چار حصہؑ کو پشتار
دو۔ فاطمہؑ نے عرض کیا۔ اگر میں یہی جاؤں گی تو اسے دودھ کوں دے لا۔ حضرت رسولؐ نے
فرمایا میں اسے سیراب کروں گا۔ رسولؐ نے اپنی زبان جناب امیر کے منہ میں دیدی جس سے بارہ
چھے جاری، ہوتے اس نئے اس روز کو یوم الرتویہ کہا جاتا ہے۔
یوم الرتویہ ذی الحجه کی آخر تاریخ ہے۔ اس روز اہل مکہ حج کے ارادے سے عرفات کے
کوچ کرتے ہیں۔ فاطمہ بنت اسد بھی کی پیدائش کے فوراً بعد گھرگئی تھیں۔ بیز چھی کا پہلا دن تھا۔
عورت زچلی کے کئی دن بعد تک پلنگ سے نہیں ملتی۔ لیکن انہیں حمزہؑ کو بلانے کے لئے بھیج
دیا گیا۔ سینیں یہاں سب سے زیادہ حیرت دیتا ہوں پر ہے کہ ایک روز کی زیجہ کو حمزہؑ کے بلانے
کے لئے بھیجا گیا۔ اور عبد مناف پیرؓ اینڈ نارہ۔ پھر جاؤں میں صرف حمزہؑ ہی تو نہ ہے۔ بلہ بہ
اور عیاسؑ بھی تھے۔ عباسؑ سے تو چلتے یہ عادت ہی کہ ان کی اولاد کو خلافت ملنے والی تھی لیکن
ابو ابہ تھے کیا تصور کیا تھا۔

باہم اہل سنت والجماعت کو یہ بات ضرور یاد رکھنی چاہیے کہ یہود کے بارہ تسلیم تھے۔
اور مقام تیرہ میں ان کے لئے بارہ چھٹے پھوٹے تھے کیونکہ وہ سب ایک گھٹ پانی پی کتے
تھے اور جناب امیر کے منہ میں بھی بارہ چھٹے پھوٹے اور پھر بارہ امام ہوتے۔ کیا یہ اس کا ثابت
نہیں ہے کہ شیعیت یہودیت کا پھر ہے۔ اور جس طرح یہودیوں کے بارہ قبائل ہمیشہ ایک

سک آیات تکادت یہیں حضور نے فرمایا خدا کی قسم تو ان کا بادشاہ اور امیر ہے اور تو ان کو علم و حکمت کی
روزی ہم پیچا اہے۔

حضرت علیؑ علیہ السلام نے مہد میں کلام کیا تھا لہٰذا حضرت علیؑ ان سے کیسے پچھے رہ سکتے
تھے۔ انہوں نے بھی کلام کیا۔ اور سورہ مؤمنون کی ابتدائی آیات ان پر حضور کی بیوت سے قبل ہی
ازل ہو گئیں۔ کیونکہ ان آیات میں مؤمنین کی شان بیان ہو رہی ہے اور تمہارے ہوئے
زمیں پر کوئی مؤمن نہیں۔ حضرت علیؑ کے باعث تمام مؤمنین کے نئے روزاں ہی نجات لکھ دی گئی۔
لہذا اب انہیں کھلی چھپی حاصل ہے۔ وہ آیات یہ ہیں۔

قَدْ أَفَلَمَ الْمُؤْمِنُونَ اللَّذِينَ هُمْ وہ مؤمنین کا سب ہوتے جو اپنی نازول
فِي صَلَوةِهِمْ حُشْعُونَ وَاللَّذِينَ میں خوش سے کام لیتے ہیں جو لغو اتوں
هُمْ عَنِ الْغَوْمَ مُعْرَضُونَ وَاللَّذِينَ سے احتراز کرتے ہیں۔ زکوہ ہیتے ہیں اور
هُمْ لِلرَّكُوبِ فَاعْلُونَ وَاللَّذِينَ اپنی پیش اسab کا ہوں کی حفاظت کرتے
هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَفِظُونَ وَاللَّذِينَ ہیں مگر انپی بیویوں اور باندیلوں سے۔
عَلَى إِذْ وَاجِهُمْ أَوْ مَأْمَلَتْ إِلَيْهَا اس سلسلہ میں ان پر کوئی ملاستہ نہیں
فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مُلْمَدِينَ ۝ قَمَنْ اور جو بیویوں اور باندیلوں کے علاوہ
أَبْشِقُ وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ کوئی اور رہ تلاش کرے تو ایسے لوگ
هُمُ الْعَدُونَ ۝ سرکش ہیں۔

لیکن جو نکر نجات کا اعلان پہلے ہی ہو چکا تھا۔ اس نئے اب مؤمنین خواہ نماز میں باتیں کیں
خواہ تبرا اور تیغہ کی بغوریت کو پانی میں۔ خواہ زکوہ سے اٹکا کریں۔ اور خواہ بیوی اور باندی کے علاوہ
اپنی خوابشات نفسانی پوری کرنے کے لئے متعدد کریں سب کچھ نہ صرف جائز بلکہ کارثوپ ہے لیکن
مشکل یہ ہے کہ آخری آیت میں پہلے سے یہ ظاہر کر دیا گیا ہے کیسی سرکش لوگ ہیں، اب ہم آگے
کیا کہہ سکتے ہیں۔

گیا ہے۔ لیکن ہم ملاباقر مجلسی کے ہم نواویں سے یہ سوال کرنے کا حق خود رکھتے ہیں کہ ولید شادی کے بعد ہوا کرتا ہے۔ یہ تین روز کے پہلے شادی کس سے ہوئی تھی۔ ڈرائیور کا عالی تربیان کر دیکھتا ہوا راگس سے مراد تھی قید ہے۔ تو اول تو عصیت کو ولید بنی کہا جاتا۔ اس میں پچھے کے بال ازفٹ نے جاتے ہیں۔ اور وہ سالوں دن ہوتا ہے۔ دراصل اس کے پیش نظر تو حضرت ابراہیم، حضرت اہمیل اور حضرت یاہرہ کی یاد گاردن پرپالی پھر تا تھا۔ اور اس سازش کے تحت وہ اس بات کو بھی بھول گیا کہ ابوطالب تو ایک قیصر تھا۔ اس کے پاس اتنے اور گائے بھریاں کہاں سے آئی تھیں۔ پھر اس سے قبل جملہ العيون مثلاً اس صفت نے یہ خبر کیا تھا۔ کہ جناب امیر برادر عصیت صوبی حب کو پسدا ہوتے۔ اس لحاظ سے قرآنی پندرہوں رجب کو بھی چلا ہے اور پندرہ رجب کا نام روم الخڑہ کہا جب کا نام یوم عرفہ اور تیرہ رجب کا نام یوم الشرویہ ہونا چاہیے۔ اب یہ سالی ہی بتا سکتے ہیں کہ ان کے محتملہ کسان دونوں نواویں میں سے کون ساتوں جھوٹا ہے۔ اگر واقعناً حضرت علی عظیم رجب کو پسدا ہوتے تو چھر اس کہاں کو خرماد کہنا ہوگا۔ اب اس کہاں کا اصل مقصد بھی ملاحظہ فرمائے۔

۸۔ حضور کو جناب امیر سے اتنی بحث تھی کہ ان کا جھولا اپنی خواب گاہ کے قریب رکھتے۔ ہملا دھلاتے۔ دودھ ریا بارہ چشمے، منیں میکاتے۔ سوتے میں جھولا جھلاتے۔ جاگتے ہیں باہم کرتے۔ اپنے سینے سے لگاتے اور فرماتے۔ یہ را بھائی۔ میرا دلی۔ میرا پشت پناہ اور میری وصیتوں کا جاہن ہے۔ اس وقت حضور کی عمر تیس سال تھی۔ حضور انہیں لے کر ملک کے پہاڑوں جنگلوں اور دروں میں چلے جاتے۔ اور علوم اور اسرار الہی تعلیم دیتے۔ جملہ العيون مثلاً یہ امامت ۱۵۰

یہ بھی خور کرنے کی بات ہے کہ یہ واقعہ بقول ملاباقر بزرت سے دس سال مقبل کا ہے۔ اس وقت وہ دون سے علوم اور اسرار الہی تھے جو حضور حضرت علی رضا کو تعلیم دیا کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ اس قرآن سنت سے ان علوم کا کوئی واسطہ نہ تھا اور غالباً ہی وجہ ہے کہ ہمارے صوفیوں کے تزویکوں میں علم ظاہرہ ہیں اور ان کی حیثیت چلکے ہے۔ اور اسی لئے وہ ہمیشہ آبادی کے مقابلے میں جنگلوں کو ترجیح دیتے رہے۔

دوسرے کے مقابلہ ہے۔ اسی طرح اگرچہ جل کر حضرت علی رضا کی اولاد میں بھی یہ تقاضت قائم رہی۔ ۵۔ فاطمہ بنت امیر نے تو دیکھا کہ اسماں سے زین تک ایک نوجہیا بواہے سا ہنول نے پچھے کو ایک پکڑے میں پیٹھا۔ جب امیر نے بقدر تباہی اس کو چھڑا دلا۔ اور اپنے ہاتھ پکڑے سے باہر نکال لئے۔ فاطمہ بنت امیر کو اس میں پیٹھا جناب امیر نے اسے بھی چھڑایا پھر فاطمہ بنت ایک پکڑے لائیں۔ اور اپنے ہاتھ پکڑے پڑھا لیتھ دیا۔ لیکن جناب امیر نے ان کو بھی چھڑایا اس کے بعد جناب امیر نے فرمایا امیر سے ہاتھ کھلے رہئے دو۔ تاکہ میں اللہ کے سامنے گذاہ اوس اور اس کی تسبیح کرو۔ الغرض انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا گیا۔

عبد مناف کے لئے تو اس دن سے زیادہ کوئی غم ناک دن دبڑا۔ جو شخص اپنے فقر کے باعث اپنے بھول کو کھانا بھی نہ کھلا سکے۔ ایک تو نہ تنہ پچھے کیا اسدار پھر اسے ہی ذہنگر کے تمام پکڑے بھی چھڑا چھینکیے تو وہ بے چارہ سر پر پڑے ملیخا ہو گا۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ اس کا کوئی کردار اس کیمال میں پیش نہیں کیا گی۔ وہ تو اس قسم کے جناتی پچھے سے گھرا اٹھا ہو گا۔

۶۔ جب دوسرا دن ہوا اور حضور ابوطالب کے گھر تشریف لے گئے۔ تو جناب امیر کو لوگوں میں لیا۔ جناب امیر نے سلام کیا۔ اور چھے پیٹھے کی درخواست کی۔ اس پر فاطمہ نے نہیں کہیا خداوند کی قسم جناب امیر نے جناب رضوی کو پہچان لیا۔ اسی لئے اس روکا نام عنزہ ہو گیا۔

۷۔ جب تیسرا دن ہوا تو دس ذی الحجه تھی۔ ابوطالب نے لوگوں سے کہا امیر سے بیٹھے کو فرمیا میں حاضر ہو۔ اور تین سو اوقات، اور ایک ہزار گائیں اور بھیڑیں دعوت کے لئے ذبح کیں، اور تم اہل مکہ کو دعوت دی۔ ماڈ اعلان کرایا۔ جس شخص کو میر سے بیٹھے دیجئے میں شرکت کرنی ہو۔ وہ سات بار خادم عبید کا طاف کرے اور اگر امیر سے بیٹھے کو سلام کرے۔ اسی وجہ سے یوم عزیز کی تعلیم و تحریم کرتے لوگوں کا دن جانتے ہیں اور قرآنی اسی دن سے تقریباً ہوتی۔

اہل سنت والیماعت کی آنکھیں کھونے کے لئے کیا یہ کہاں کافی نہیں ہے۔ کہ اس پیرزادے میں حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل اور حضرت یاہرہؑ کے عمل اور ان کی فضیلت پر کس طرح دلائل

ہوا ہے۔ اور اس کا نام حکیم بن حرام ہے۔ یہ حکیم حضور سے عمر میں دو سال پڑے تھے۔ اور زید بن عمرو بن قفیل سے تمازج تھے۔ اس نے پچھی سے بت پیرستی سے متفہر تھے حتیٰ کہ کتاب المجر کا صرف جزو خود تفضیل شیعہ تھا۔ خانہ کعبہ میں صرف حکیم کی پیدائش کا ذکر کرتا ہے۔

امام نووی شرح سلم میں فرماتے ہیں۔

حکیم بن حرام صحابی ہیں۔ ان کے منابع میں یہ بھی ہے کہ وہ کعبہ میں پیدا ہوتے۔
مناقبہ ائمہ ولدیٰ فی الکعبۃ بعض علماء کہتے ہیں کہ اس فضیلت میں ان
قال بعض العلماء ولا یعرف کافی اور شرکیں نہیں۔ ان کے حالات میں
احد شارکہ احد قال العلماء ایک خاص امر ہے کہ انہوں نے صاحب
ومن طرف اخبارہ ائمہ عاش سال جاہلیت میں گزارے اور سانچہ
ستین سنہ فی الجاهلیۃ و
اسلام میں۔ لکھیں میں مدینہ میں استھان ہوا۔
الفتم و مات بالمدینۃ سنۃ

اربع و خمسین۔

یہ حکیم بن حرام حضرت خدیجہؓ کے چڑا دیھانی تھے اور حضور کے پیش کے دوستوں میں سے تھے۔ شبیل مرحوم سیرت البنی ص47 اپر لکھتے ہیں۔

حضرت خدیجہؓ کے چڑے بھائی جو قرش کے نہایت حمزہ رئیس تھے۔ وہ بھی حضور کے احباب خاص میں تھے۔ حرم کا منصب نقادہ ان ہی کے ہاتھ میں تھا۔ دارالندوہ کے بھی یہی مالک تھے۔

جو سی طبقہ نے جہاں حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کے بارے میں لاکھوں روایات وضع کیں۔
یقول امام حداد بن زید تب تابی جن کی تعلاذ میں لاکھ ہے۔ وہاں ایک کام یہ بھی انجام دیا کہ جمال کی واقعہ میں کسی صحابی کی فضیلت لفڑائی۔ اسے حضرت علیؓ کی جانب منسوب کر کے شہرت ویدی۔

زور میں یہ بات بیان کی گئی تھی کہ جب حضور ابوطالب کے گھر تشریف لے گئے۔ الفاظ مثبت کر رہے ہیں کہ حضور علیہ السلام رہتے تھے اور بہنا بھی چاہیئے تھا۔ اب تو حضرت خدیجہؓ اپنے نکاح میں بھیں تو حضرت علیؓ کے ساتھ یہ سب کام کس طرح انجام دیتے۔ اس کی صرف ایک ہی صورت ممکن ہے۔ اور وہ کہ دوسرا یہ یا تیسرا ہے دن حضور حضرت علیؓ کو اپنے گھر لے گئے، ہوش۔ ورنہ اس کے علاوہ اور کوئی صورت ممکن نہیں۔ اس صورت میں یہ تسلیم کرنا ہو گا کہ ابوطالب اپنے فتویٰ تقدیم کے باعث دو دھمپتیتے بچے کو بھی اپنے پاس نہ رکھ سکا۔ جس سے سارا دھول کا پول کھل جاتا ہے۔
ہمارے سنتی علماء کو چاہیئے کہ وہ اس روایت پر غور کر کے یا تو اپنے طریقہ کار میں تبدیل کریں یا پھر لوگوں کے سامنے پوری کہانی بیان کیا کریں۔ اس سے زیادہ میں ان سے کیا عرض کر سکتا ہوں۔ بالفرض والحال اگر حضرت علیؓ کعبہ میں پیدا ہبھی ہوتے۔ تو اس سے کون سافر پیدا ہو گیا اس وقت تو یہ بت خانہ تھا۔ اگرچہ نام اس کا کبھی تھا۔ یہ کوئی فخر کی بات نہیں۔ بلکہ یہ ایک طرح کی کہانی اور بے غیرتی ہے کہ عورت وضع حمل کے لئے مجس میں چلی جاتے۔ اس دقت کعبہ کی جو بھی صورت ہو۔ ملک کے تمام لوگ اکثر وہیں مجس لگا کر بیٹھتے اور دیہی مجلسیں لگتیں۔

کیا حضرت علیؓ کے لئے اسلام، صحابیت، ہجرت اور جہاد وغیرہ کے فضائل کافی نہ تھے۔ جو یہ بے رو بیا کہانیاں وضع کی گئیں۔ لیکن اس قسم کی کہانیاں وضع نہ کی جاتیں تو حضرت علیؓ امام الائمهؐ کیسے تھے، اور پھر اس ولایت کے ناتے سبائی خلافت کے جھگڑے کیسے کھڑے کرتے۔ فاطمہؓ سیدۃ النساء کیسے نہیں۔ ان پر وحی کیسے نازل ہوتی۔ اور یہ سارے گور کہ دھندے کیسے وجود میں آتے۔

اغیار سے ہم کیا شکرہ، وہ تو ہر صورت اغیار ہیں۔ گلہ توان سے ہے جو خود کو سنی کہتے ہیں؟ اور پر و پیگنڈہ شیعہ داستانوں کا کہتے ہیں۔ ان کی مجلسیں شرکیں ہوتے اور ان کے گن گھاتے ہیں۔

یہ سب ڈھکو سے بازیاں اور سبائی داستانیں ہیں۔ خانہ کعبہ میں دراصل صرف ایک شخص پیدا

الله اور اس کے رسول نے حضرت ابو بکرؓ کو صدیق کا خطاب عطا کیا۔ لیکن اس طبقہ نے حضرت
علیؓ کی جانب یہ قول منسوب کیا۔

ان الصدیق الا کبر فمن قالها میں صدیق اکبر ہوں۔ میرے علاوہ جو اس
بعد ای فقد کفر۔ کادھوی کرے وہ کافر ہے۔

اس قسم کی خرافات کا نتیجہ یہ کہ حضرت علیؓ کی شخصیت اپنی خرافات میں چھپ کر دے گئی۔
اور یہ سچے چنانہ شمارہ بوجیگا کہ کون سی بات ان کی خروade ہے۔ اور کون سی ان کی جانب فرضی طور پر
منسوب کی گئی ہے اتنی طرح امّت ان کے صحیح علم سے نہ صرف محروم ہو گئی۔ بلکہ امّت کے سنتے
یہ بہچانا بھی دشوار ہو گیا کہ ان کا کہا رکیا تھا۔ اخلاقی کیا تھے۔ عادات کیا تھیں۔ کن صفات کے
ساکھ تھے۔ حتیٰ کہ محدثین تابعین کو فیصلہ دینا پڑا۔

اصحاب علی کلهم کذابون کہ حضرت علیؓ کے سب ساتھی جھوٹے ہیں۔
اور امام محمد بن سیرین کو یہ کہنے کی ضرورت پیش آئی۔

کل ما میروی عن علی بن ابی حضرت علیؓ سے جتنی روایات تلقین کی جائیں
طالب فهو باطل۔ میں وہ سب باطل ہیں۔

تابعین نے یہ فیصلہ ان ہی غلط روایات کے باعث دیتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی یہ دعویٰ کرتا ہے
کہ وہ حضرت علیؓ کی زندگی یا ان کی احادیث صحیح طور پر پیش کر سکتا ہے۔ تو وہ اس کی پڑی میں ملوث
ہوئے بیشتر ہیں رہ سکتا۔ تا اس میں حضرت علیؓ تصور وار ہیں۔ متتابعین کرام اور نہ کوئی اور۔ بلکہ امام
ذمہ داری اسی ساتھی طبقہ پر ہے۔ جس نے حضرت علیؓ کی ذات و صفات کو سخ کر کے رکھ دیا ہے۔

اعاذ نا اللہ من جولک۔